حضرت علامہ صدیق احمد فاروقی کشمیریؒ کا مختصر دل آویز تذکرہ

گل محمد گوپال پوری سے
علامہ صدیق احمد کشمیری تک

تحریر

نعیمی

مولوی دین محمد مظاہری

ترتیب

مجد القدوس خبیب رومی

ناشر

ترجمان مظاہر علوم ۶۵۴ محلہ مفتی سہارنپور یوپی (الھند)

حضرت علامہ صدیق احمد فاروقی کشمیری

مولانا کا اصل نام ''گل محمد'' تھا جو یہاں آکر زمانہ تعلیم میں مولانا نے خود ''صدیق احمد'' کردیا تھا تاکہ کشمیر سے کوئی تلاش کرنے والا آپ کو تلاش نہ کرسکے، اس لئے کہ مولانا کشمیر سے اپنے سوتیلے بھائیوں کی ظلم وزیادتی کی وجہ سے انسے چھپ کر بڑی کس مپرسی کی حالت میں ہجرت کر کے سہارنپور آئے تھے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا کے والد صاحب کا نام حکیم احمد اللہ تھا، مولانا خود فرماتے تھے کہ ہمارے دادا بلبل شاہ افغانستان کے بادشاہ کے چار وزیروں میں سے ایک وزیر تھے جس وقت ان چاروں وزیروں کو کسی سزا کی بنا پر جلا وطن کیا گیا تو ہمارے دادا نے کشمیر کے ایک گاؤں گوپال پورہ (جموکشمیر) میں قیام کیا انھیں بلبل شاہ کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے کا نام حکیم احمد اللہ تھا، حکیم احمد اللہ کی اول شادی ہوئی تو تین بیٹے ہوئے (۱) حکیم عزیز اللہ (۲) حکیم جلال الدین (۳) حکیم عبدالخالق، پھر جب پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا تو حکیم احمد اللہ صاحب نے نکاح ثانی کیا جس سے مولانا اور آپ سے بڑی ایک ہمشیرہ پیدا ہوئی اور مولانا ابھی گود ہی میں تھے کہ آپ کی والدہ بھی انتقال کرگئیں، مولانا کے والد ماجد حکیم احمد اللہ خاں فن طب میں کامل دسترس رکھتے تھے جس کی وجہ سے حکیم صاحب کی کافی شہرت تھی۔

حکیم صاحب کا ایک واقعہ ہے کہ کشمیر کے ہی کوئی راجا صاحب سخت بیمار ہوئے بہت علاج معالجہ کیا مگر صحت نہ پائی، پھر حکیم احمد اللہ خاں کا شہرہ سن کر آپ کو بھی راجا صاحب نے بغرض علاج طلب کیا آپ کے علاج سے راجا نے بفضل خدا صحت کامل پائی جس کے انعام میں راجا نے خوش ہو کر حکیم صاحب کو گوپال پورہ بخش دیا اور اپنی لڑکی کا ڈولہ بھی دینا چاہا جس کو لینے سے حکیم صاحب نے انکار کر دیا۔ راجا صاحب کے نزدیک حکیم صاحب کی قدر و منزلت دیکھ کر شاہی اطباء کو حسد ہوا اور وہ آپ کی ایذاء کے درپے ہو گئے اور بغض و عناد میں ان لوگوں نے حکیم صاحب پر سحر کرا دیا، چنانچہ اسی میں چند دن مبتلا رہ کر حکیم صاحب نے انتقال کیا جس وقت مولانا کے والد حکیم صاحب نے انتقال فرمایا تو اس وقت مولانا بہت کم عمر تھے اور سب سے چھوٹے ہونے کی بنا پر اور دوسری بیوی کے بیٹے ہونے کی وجہ سے اپنے والد ماجد کے نزدیک بہت عزیز تھے اس وجہ سے اور کچھ آپ کی والدہ ماجدہ کی وصیت کی وجہ سے آپ کے والد ماجد نے آپ کو آدھی جائداد کا مالک بنا دیا تھا اور آدھی جائداد تینوں سوتیلے بھائیوں کے نام کر دی تھی (شریعت کا حکم یہ نہیں ہے بلکہ شرعاً باپ کو اپنی سب اولاد لڑکے اور لڑکیوں کو اپنی زندگی میں برابر حصّہ دینا چاہیے) اور اب والدین کا سایہ سر سے اٹھنے کی وجہ سے آپ اپنے بڑے بھائیوں کے رحم و کرم پر رہ گئے اور بڑے بھائی کچھ تو سوتیلے ہونے کی وجہ سے، کچھ آدھی

جائداد پر تنہا کا قبضہ ہونے کی بنا پر آپ سے بہت زیادہ متنفر تھے، نہ آپ کو تعلیم کی طرف توجہ دلاتے اور نہ ہی کھانے پینے کا انتظام کرتے بلکہ وہ لوگ آپ سے بہت زیادہ محنت کراتے ہر طرح کے آرام کی ممانعت کرتے اور سخت تکالیف دیتے جس کی وجہ سے آپ کا دل وہاں سے اچاٹ ہو گیا اور آپ اپنے گاؤں گوپال پورہ سے چھپ کر نکل گئے اور کسی دوسرے گاؤں میں پہنچ گئے اس وقت علامہ کی عمر بارہ تیرہ برس کی تھی اور آپ نے کلام پاک ناظرہ خود ہی کسی استاد سے پورا کر لیا تھا۔ دوسرے گاؤں میں پہنچ کر آپ کسی شخص کے لڑکے کو کلام پاک ٹیوشن کے طور پر پڑھانے لگے، جب آپ کو پڑھاتے ہوئے چار ماہ کے قریب ہوئے تو آپ نے اس شخص سے اپنے ٹیوشن کے پیسوں کا مطالبہ کیا تا کہ سفر خرچ حاصل کر کے یوپی (سہارنپور) کی طرف سفر کر سکیں مگر اس شخص نے آپ کے بھائیوں کے خوف کی وجہ سے آپ کو پیسے دینے سے صاف انکار کر دیا اور یہ کہا کہ اگر تمھارے بھائیوں کو معلوم ہو گیا کہ میں نے تمھارے فرار ہونے میں مدد دی ہے تو وہ مجھے ماریں گے اس وجہ سے پہلے آپ اپنے گھر چلے جائیں پھر وہاں سے آتے وقت مجھ سے پیسے لے جائیں تا کہ آپ کے بھائیوں کو میرے اوپر شک نہ ہو کہ تم میرے ہی یہاں سے فرار ہو کر گئے ہو، پھر آپ اس گاؤں سے چل کر اپنے گاؤں گوپال پورہ پہنچے اور اپنے باغ میں جا کر چھپ گئے ابھی چھپے ہی تھے کہ مولانا کی بھابھیاں

اور ہمشیرہ آن پہنچیں اور آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئیں کیونکہ آپ کے غائب ہونے کی وجہ سے تمام گھر والے فکر مند تھے آپ نے ان لوگوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو ایسا ظاہر کیا جیسے سو رہے ہیں وہ تمام لوگ بھی اس وجہ سے کہ کافی دن سے کہیں گئے ہوئے تھے یہ سوچ کر کہ تھکے ہارے ہوں گے آرام کر لینے دو، گھر واپس چلے گئے ان کے واپس جاتے ہی مولانا خاموشی کے ساتھ باغ سے نکل گئے اور سری نگر کی طرف پیدل چلنا شروع کر دیا نہ معلوم راستہ میں کیا کیا پریشانیاں اٹھائی ہونگی آخر تھکے ماندے سری نگر پہونچے جس کی وجہ سے پاؤں پر بہت زیادہ ورم آ گیا اسی حالت میں آپ سری نگر کی کسی مسجد میں پہنچے اور یہ سوچ کر کہ کہاں جاؤں اور کیا کروں ہر طرف سے مایوس ہو کر آپ نے رونا شروع کر دیا، اسی حال میں دو عربی آدمی مسجد میں آئے ان میں سے ایک نے آپ سے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ نے اپنے تمام حالات از اول تا آخر بلا کم و کاست سنائے اور بتلایا کہ میں صرف اس وجہ سے کہ مجھے اپنی جان کے بچنے کی بھی امید نہیں تھی اپنا تمام گھر بار چھوڑ آیا ہوں اور اب یوپی جانا چاہتا ہوں تو اس عرب نے آپ سے کہا کہ ہمیں لاہور جانا ہے اور آپ بھی ہمارے ساتھ چلو اور ہمارا سامان اٹھاؤ ہم تمھیں یوپی پہنچا دیں گے چنانچہ آپ ان کے ساتھ ہو لئے اور وہ لوگ ملتان کو ہوتے ہوئے لاہور پہونچے ان عربوں نے لاہور سے آپ کو یوپی (سہارنپور) کا ٹکٹ دلا کر ٹرین میں سوار کرا دیا اور

آپ اس طرح سہارنپور پہونچ گئے۔ یہاں پہونچتے ہی آپ نے اپنا نام بدل دیا اور صدیق احمد رکھا تا کہ کوئی تلاش کرنے والا آسانی سے تلاش نہ کر سکے۔ یہاں پر آنے سے (شاید دارالعلوم شاہ بہلول میں) ایک استاد کے پاس فارسی پڑھنی شروع کر دی اور گلستاں بوستاں تک فارسی پڑھی تھی کہ شہر ہی کے ایک اسکول کے ماسٹر نے آپ کی تنگدستی اور آپ کی لیاقت دیکھ کر آپ کو اپنی سرپرستی میں لے لیا اور مدرسہ سے ہٹا کر آپ کو اسکولی ڈریس اور کورس دلا کر انگلش اسکول میں داخل کرا دیا اب آپنے اسکول میں پڑھنا شروع کر دیا اور ابھی آپ پانچویں درجہ ہی تک پڑھنے پائے تھے کہ خواب دیکھا کہ میں پڑھنے کے لئے اسکول جا رہا ہوں ابھی میں اسکول میں داخل بھی نہیں ہوا اسکول کے سامنے ہی پہنچا تھا کہ اچانک اسکول کے اور میرے درمیان ایک خندق ظاہر ہوئی میں حیران و پریشان کہ اسکول میں کیسے داخل ہوں تو میں نے آگے بڑھ کر خندق میں جھانک کر دیکھا تو میں یہ دیکھ کر لرز اٹھا کہ خندق میں مرے ہوئے کتے اور مردار جانور ہیں اور وہ خندق ان مردار جانوروں سے بھری ہوئی ہے اسی خوف کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی اور پریشان ہو کر اٹھا اور فوراً صبح کو حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی خدمت میں مظاہر علوم پہنچا اور اپنا خواب بیان کیا تو حضرت سہارنپوری نے اس کی یہ تعبیر بیان فرمائی کہ وہ اسکول اور اس کی پڑھائی دنیا ہے اور دنیا مردار ہے اور اس کا طلب کرنے والا کتا ہے

(الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب) میں اپنے خواب کی یہ تعبیر سنتے ہی فوراً اس ماسٹر کے پاس پہنچا اور وہ اسکول کا ڈریس اور کورس اس کے حوالہ کر کے مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لے لیا اس وقت مدرسہ کی عمارت بہت ہی کم تھی اس لئے احاطہ میں جگہ نہ مل سکی اور نہ ہی مدرسہ سے کھانا جاری ہو سکا۔ کھانے کا انتظام تو یہ کیا کہ جس وقت طلباء کو کھانا تقسیم ہو جاتا اور وہ کھانے سے فارغ ہو جاتے تو جو ٹکڑے روٹی کے وہ بچا کر طاقوں میں ڈال دیتے تھے میں انھیں تلاش کر کے اکٹھا کر لیتا اور جب درس میں جانے کا وقت ہوتا تو ان سوکھے ٹکڑوں کو کسی برتن میں پانی بھر کر ڈال دیتا اور درس میں چلا جاتا جب درس سے واپس آتا تو وہ ٹکڑے اس وقت تک نرم ہو جاتے تھے انھیں میں خوراک کی جگہ استعمال کرتا آپ ہی فرماتے تھے کہ بعض مرتبہ فاقہ سے دن کٹتا تھا اسی لئے جب کہیں دعوت کا موقع ہوتا اور میں دعوت میں جاتا تو اس وجہ سے کہ کئی دن تک بھوک نہ لگے میں اس قدر کھاتا تھا کہ بجائے اس کے بھوک سے چھٹکارا ہو میں اسہال (دست) میں مبتلا ہو جاتا تھا، اور لیٹنے کا انتظام یہ کیا کہ دارالتجوید والقرأۃ کے نیچے جو ابراہیم درزی کی دکان ہے اس دکان کے سامنے ایک پختہ چبوترہ بنا ہوا تھا اور اس کے اوپر سرکاری لال ٹین جلتی تھی وہاں عشاء کے بعد بیٹھ کر سرکاری لال ٹین کی روشنی میں مطالعہ کرتا جب سونے کا وقت ہوتا تو ایک ٹوٹی ہوئی صف نیچے بچھا لیتا اور ایک صف سردی کی وجہ سے اوپر ڈال لیتا اور سو جاتا تھا، ایک مرتبہ

کوئی شخص ایک رضائی سردی کے موسم میں لے کر آیا اور اعلان کیا کہ جو طالب علم مستحق ہو وہ آکر لے لے یہ سنتے ہی میں فوراً بھاگ کر اس کے پاس آیا اور کہا کہ بھائی رضائی کی ضرورت مجھے ہے چنانچہ وہ رضائی اس نے مجھ کو دیدی وہ رضائی میرے قد سے بہت زیادہ بڑی تھی تو میں اس کو آدھی اپنے نیچے بچھالیتا اور آدھی کو اوڑھ لیا کرتا تھا۔ ایسے ہی ایک دفعہ شہر کے ایک آدمی نے سخت سردی میں مجھے بغیر کسی کپڑے کے (جس سے سردی سے حفاظت ہو سکے) دیکھا اور پوچھا کہ بھائی بغیر کپڑے کے صبح صبح پھر رہے ہو بخار آجائیگا، میں نے اس سے کہا میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے میں تو طالب علم ہوں اللہ تعالیٰ میری حفاظت فرمائیں گے یہ سن کر اس شخص نے اپنا روئی کا جبہ مجھے دے دیا اور کہا کہ ابھی تو اسے پہن لیا کرو آئندہ تمھارے ناپ کا ایک ایسا ہی نیا جبہ بنوادوں گا تو میں نے اس سے وہ جبہ لے لیا اور پہننا شروع کر دیا، وہ جبہ اتنا بڑا تھا کہ میرے پیروں تک آتا تھا میں اسے پہن کر عجیب وغریب لگتا تھا ایک دن میں اس جبہ کو پہن کر صبح کے وقت کہیں جا رہا تھا تو ایک پولس والے نے مجھے آواز دیکر روک لیا اور کہا کہ تھانے میں چلو میں نے کہا کہ بھائی میں نے کیا جرم کیا ہے میں مجھے تھانے لے جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ چوکی میں جا کر معلوم ہو جائیگا لہٰذا وہ مجھے چوکی میں لے گیا اور کہا کہ تم مجھے جاسوس معلوم ہوتے ہو تبھی تو ایسا عجیب وغریب حلیہ بنا رکھا ہے میں نے کہا کہ بھائی میں تو

ایک غریب طالب علم ہوں اور فلاں آدمی نے مجھے یہ جبہ دیا ہے اسے بلاکر معلوم کرلو غرضیکہ اس آدمی کو بلایا گیا اس آدمی نے وہاں آکر ان کو بتلایا کہ یہ جبہ تو میں نے اسے دیا تھا تاکہ سردی سے بیمار نہ ہو جائے تب کہیں جا کر انھوں نے مجھے چھوڑا۔ پھر ایک شخص نے جو کہ دکاندار تھا مجھ سے کہا کہ تم میری دکان میں سو جایا کرو دکان میں چراغ جلاکر مطالع کیا کرنا دکان کی حفاظت ہوگی اور تم مطالعہ بھی کرلیا کرنا میں تمھیں ایک رات کے بدلہ میں پیسہ دیا کروں گا میں نے اس شخص کی دکان میں سونا شروع کردیا جب مجھے تین چار مہینہ لیٹتے ہوئے ہو گئے تو اس شخص نے مجھے ایک روپیہ دیدیا میں ایک روپیہ لے کر بڑا خوش ہوا جیسے بہت بڑا خزانہ میرے ہاتھ آگیا ہو اور میں نے اس روپیہ کو اپنی گٹھری میں رکھ لیا اور ہر جمعہ کو میں اپنی گٹھری کو کھولتا اور اس روپیہ کو دیکھتا اور بہت خوش ہوتا تھا مگر ایک دن جو میں نے گٹھری کو کھولا تو پتہ چلا کہ روپیہ کسی نے چوری کرلیا ہے یہ دیکھ کر مجھے بہت زیادہ رنج ہوا۔

غرضیکہ اس طرح میں نے چودہ سال تک تعلیم حاصل کی ۱۳۳۴ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت ہوئی، ابتدا مدرسہ دارالعلوم محلّہ شاہ بہلول سہارنپور میں درس دیا، ۱۳۳۹ھ میں مبلغ اٹھارہ روپئے ماہوار پر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے ابتدائی مدرس بنائے گئے، اور چالیس سال کی عمر میں حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم نے میرا رشتہ قصبہ بہٹ سے

چار میل دور نوگاواں ضلع سہارنپور میں طے کرا دیا اور خود شادی کرا کر لائے جب میں مدرس ہو گیا تو اسی زمانہ کا واقعہ ہے کہ میں اپنی سسرال نوگاواں جا رہا تھا، جب قصبہ بہٹ پہنچا تو نماز کا وقت ہو گیا میں نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں گیا نماز پڑھ کر فارغ ہوا تو دیکھا کہ ایک لڑکا کسی عربی درسی کتاب کا مطالعہ کر رہا ہے میں اس کے پاس پہنچا اور پوچھا کہ بھائی کون سی کتاب ہے؟ اس لڑکے نے میری طرف جو نظر اٹھا کر دیکھا تو میرے سادہ لباس کو دیکھ کر وہ سمجھا کہ کوئی ان پڑھ دیہاتی ہے تو ناراض ہو کر کہنے لگا کہ تو کیا جانے کہ یہ کون سی کتاب ہے یہ عربی کی کتاب ہے اب تجھے کیسے بتلاؤں کہ یہ کون سی کتاب ہے آتا جاتا کچھ ہے نہیں پریشان کرنے چلے آتے ہیں، اگلے سال وہی لڑکا داخلہ لینے کے لئے مدرسہ مظاہر علوم آیا اور سبق پڑھنے کے لئے میرے پاس پہنچا تو معلوم ہوا کہ میرے پاس سبق ہے اور یہ تو وہی ہے جس سے اُس روز ملاقات ہوئی تھی اب وہ بڑا پریشان ہوا، ادھر میں نے بھی اسے دیکھ کر پہچان لیا اور مسکرا کر کہا کہ کیوں بھائی ہمیں تو کچھ آتا جاتا نہیں ہے اس لئے یہاں میرے پاس کیا لینے آئے ہو یہ سن کر وہ لڑکا بڑا شرمندہ ہوا اور مجھ سے گستاخی کی معافی چاہی اور کہا کہ حضرت میں سمجھا تھا کہ کوئی گاؤں والا ہے ویسے ہی پریشان کرنے کے لئے پوچھ رہا ہے۔

حضرت علامہ صدیق احمد کشمیری نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا

عبد اللطیف صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم کی اس وصیت کی بنا پر کہ
"اگر تجھ کو مدرسہ مظاہر علوم کی دربانی بھی ملے تو بھی مدرسہ کی خدمت کو مت چھوڑنا"
مسلسل پچاس برس مثالی درس دیکر ۱۸/شوال ۱۳۸۹ھ مطابق ۲۷/دسمبر ۱۹۶۹ء
دوشنبہ کو عصر اور مغرب کے درمیان اس دارِفانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی
اور قبرستان حاجی شاہ میں آرام فرما ہوئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون
طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ (آمین)

اصل تحریر مولوی دین محمد صاحب مظاہری مرحوم (خویش حضرت علامہ صدیق احمدؒ صاحب کشمیری) کے فرزند "صالح" سے احقر کو موصول ہوئی جو معمولی ترمیم وترتیب کے ساتھ شائع کی جارہی ہے۔

احقر محمد القدوس خبیب رومی
مکتبہ ترجمان مظاہر علوم محلّہ مفتی سہارنپور
۴/جمادی الآخرۃ ۱۴۲۷ھ